امام رضا علیہ السلام

ترجمہ از اسوہ ہائے جاوید (فارسی) تصنیف پروفیسر علامہ سید علی محمد نقوی

مترجمہ: محترمہ بنت زہراء نقوی ندیٓ الہندی صاحبہ، لکھنؤ

مامون کی سیاست کا تجزیہ ـــ امام رضا علیہ السلام اور ان کا طریقۂ کار

ائمہ عترت چونکہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر دور کے لئے نمونہ ہیں، اس لئے خداوند تعالیٰ نے انھیں ہر طرح کے حالات سے دوچار رکھا تاکہ ہر حالت میں ان کا کردار، طریقۂ کار اور حکمت عملی آئندہ نسلوں کے لئے ایک نمونۂ جاوید رہے۔ لہٰذا اس تابناک سلسلۂ عصمت کی ہر فرد خاص قسم کے مختلف حالات سے دوچار رہی اور مختلف قسم کے حالات میں حق کی پاسداری، حقیقت کے تحفظ، ''پیغام'' کی تبلیغ و ترویج اور اس کی 'چارہ سازی' (Tactics) اور اسٹریٹجی کے لئے مخصوص طریقۂ کار کا انتخاب کیا۔ ائمہ کے رکھ رکھاؤ کو سمجھنے اور ان سے اپنی رہنمائی پانے کے لئے ہمیں چاہئے کہ دشمن کے حالات، اسلوب اور اسٹریٹجی کے مقابلے میں اپنے ائمہ کی حکمت عملی کا تجزیہ کریں۔

ائمہ عصمتؑ کے درمیان جن حالات سے امام رضاؑ دوچار رہے، وہ انتہائی قابل غور ہیں۔ کیونکہ ایک طرف ''مکر'' باطل علمبردار ہے اور دوسری طرف ''مکاری کے جواب'' کا رہبر برحق۔

مامون کی چال

مامون امام رضاؑ کو جو ''اقدار اسلامی'' کے علمبردار ہیں اپنا ولی عہد کیوں نامزد کرتا ہے اور یہ حکم جاری کرتا ہے کہ خلافت عباسیہ کے زیر نگین تمام قلمرو میں واعظین امام رضاؑ کے نام کا خطبہ پڑھا کریں؟ مامون امام رضاؑ کو کیوں مدینہ سے بلوا کر اپنی ولیعہدی کی پیش کش کرتا ہے اور کیوں انہیں سخت مجبور کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرلیں؟

پہلا نکتہ جو ہم اس اقدام سے سمجھ سکتے ہیں، وہ امامؑ کے اثرات اور ان کے سماجی سیاسی کردار کی اہمیت ہے، کیونکہ مامون، جو دنیا میں سب سے بڑا صاحب اقتدار بادشاہ تھا، جب تک امامؑ کے سیاسی سماجی اور جنگی توانائی کے وزن کو سمجھ نہ لیتا، امامؑ کے آگے، جن کو وہ اپنے نظام کا دشمن سمجھتا تھا، ہتھیار نہیں ڈال سکتا تھا۔ ناممکن تھا کہ مامون ایک گوشہ نشین شخص کو، جو سیاست سے بے تعلق تنہا مدینہ کی گلی کے ایک گھر کے کسی گوشہ میں یا مسجد نبوی میں وعظ یا روحانی و معنوی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو، مدینہ سے پایۂ تخت میں بلوائے اور اسے اپنے نظام خلافت کا دشمن سمجھتے ہوئے بھی اس کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس عمل سے مامون کی نیت کیا تھی؟

اس زمانے کے سرکاری مورخوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ مامون کا یہ فعل حق پرستی اور انصاف کا نتیجہ تھا۔ مثلاً طبری لکھتا ہے کہ ''امام رضاؑ کی ولیعہدی کے اعلان سے مامون کا منشا یہ تھا کہ: اِنَّهٗ نَظَرَ فِیْ بَنِی الْعَبَّاسِ وَ بَنِی عَلِی فَلَمْ یَجِدْ اَحَداً هُوَ اَفْضَلُ وَ لَا اَوْرَعُ وَ لَا اَعْلَمُ مِنْهُ۔ (مامون نے دیکھا کہ بنی عباس اور اولاد علیؑ میں امام رضاؑ سے بڑھ کر متقی اور صاحب علم کوئی نہیں ہے۔ [۱] یعقوبی اور ابن اثیر اسی نظریہ کو دوہراتے ہیں۔ [۲]

اصفہانی بھی یہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مامون صدق نیت سے عہدۂ خلافت امام رضاؑ کے نام منتقل کرنا چاہتا تھا۔ وہ لکھتے ہیں، مامون کے ساتھ امین کی خوں آشام جنگ کے دوران مامون نے عہد کیا تھا کہ اگر وہ فتحیاب ہوجائے گا تو خلافت کو اولاد

علیؑ کی افضل ترین فرد کے نام منتقل کردے گا۔ چونکہ امام رضاؑ سب سے افضل تھے، اس لئے مامون نے خلافت ان کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی۔ (۳)

فخری بھی مورّخین کے اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو مامون کے اس فیصلہ کو صدق نیت پر محمول کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ لکھتا ہے:

اِنَّ الْمَأْمُوْنَ فَکَّرَ فِی حَالِ الْخِلَافَةِ بَعْدَهُ وَاَرَادَ اَنْ یَجْعَلَهَا فِیْ رَجُلٍ یُصْلِحُ بِهَا لِقِیْرَ ایْ ذِمَّتِهِ کَذَا زَعَمَ۔ (۴)

مگر حقیقت یہ ہے کہ مجموعی مقاصد اور عمومی مفادات کے لحاظ سے مامون میں اور دیگر خلفاء میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ ہوس کا بندہ اور صاحب قوت وثروت تھا اور اس کا آخری مقصد ذاتی اقتدار کا استحکام تھا اور اس معاملہ میں اس نے اپنے بھائی کے قتل سے بھی گریز نہ کیا۔

امام رضاؑ کو اپنا ولیعہد اور خلیفہ نامزد کرنا بھی، اپنے اقتدار کے استحکام اور اپنے دشمنوں کو کمزور کرنے کی ایک تدبیر تھی۔ شیعہ مفکرین نے ہمیشہ اس بات کو ماننے سے انکار کیا ہے کہ مامون کا یہ فیصلہ صدق نیت پر مبنی تھا اور یہ واضح کیا ہے کہ مامون کا یہ اقدام صرف سیاسی مصلحت کی بنیاد پر تھا۔ (۵) مورخین کا وہ گروہ جو مامون کے اس فیصلہ کو ایک صادقانہ فیصلہ بتاتا ہے، ان کا مقصد مامون کو انصاف پسند اور حق دوست ظاہر کرنا ہے۔ ان کی کوشش مامون ہی کے منصوبے اور اسٹریٹجی کا حصہ ہے۔ مقاصد کے اعتبار سے مامون اور دیگر خلفا میں کوئی فرق نہ تھا۔ سب اقتدار کے دیوانے تھے۔ مگر دو باتوں میں وہ اپنے خلفائے سلف وخلف سے مختلف تھا۔

اولاً یہ کہ مامون دوسرے تمام خلفاء کے مقابلے میں بہت زیادہ چالاک تھا، اور اس لحاظ سے اسے عباسی معاویہ کہا جاسکتا ہے۔ جس طرح امیر معاویہ نے حکومت کے لئے طاقت کو سفارت کاری (Diplomacy) سے ملا دیا تھا، اسی طرح مامون بھی طاقت کے ساتھ سیاست کو استعمال کرنے کے فن میں ماہر تھا۔ وہ کہیں زیادہ چالاک تھا کہ طاقت کو اقتدار کے استحکام کا واحد ذریعہ سمجھتا، بلکہ ڈپلومیسی، سیاست اور اچھوتا سیاسی تدبر (Tactics) اپنانے کی طرف بھی اس کا رخ تھا۔ اسی طریقے سے اس نے عرب عمائدین اور عباسیوں کی مخالفت اور امین کا چھوٹا بھائی ہونے کے باوجود، امین کو راستے سے ہٹا دیا اور خود خلافت پر قبضہ کرلیا۔ دوسری بات یہ تھی کہ مامون دوسرے اموی اور عباسی خلفاء کے مقابلے میں نسبتاً اچھا علمی فکری اور ثقافتی ذوق رکھتا تھا اور اپنا ظاہر ایسا بنائے رکھتا تھا۔ گویا وہ علم وفضیلت کا دوستدار اور حق وانصاف کا طرف دار ہے۔ صاحب فخری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”کَانَ الْمَأْمُوْنُ مِنْ اَفَاضِلِ خُلَفَائِهِمْ ۔۔۔۔۔۔۔۔وَکَانَ فَطِنَاً شَدِیْداً۔“ (۶) (یعنی ”مامون دوسرے عباسی خلفا سے زیادہ چالاک تھا۔)

سیوطی کہتے ہیں: ”کَانَ اَفْضَلُ رجال بَنِی الْعَبَّاسِ حَزَماً۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وَعِلْماًوَرَهْباً۔“ (۷)

مامون کی چالاکی، علم اور سیاست یہ وہ دو اہم باتیں تھیں جو حکومت میں اس کی قوت اور فریب کی آمیزش کا سبب بنیں۔

مامون کا مقصد ـــــــــــ

’طاقت‘ کو ’اقتدار‘ میں اور ’سرکاری فرمان‘ کو ’شرعی قانون‘ میں بدلنا

مامون جو دوسرے خلفاء کے مقابلے میں زیادہ چالاک تھا یہ نکتہ سمجھ چکا تھا کہ ’طاقت‘ و’اقتدار‘ اور ”حکومت‘ اور ”شرعی حیثیت“ میں کیا فرق ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر ”حکومت“ عوام کی نظروں میں ’شرعی حیثیت‘ سے محروم ہو تو ہمیشہ متزلزل اور خطرات میں گھری رہتی ہے۔

عباسیوں نے امویوں سے جنگ کے دوران اپنی تحریک کی ’شرعی حیثیت‘ کو پیغمبرؐ وآل پیغمبرؐ سے انتساب کے ذریعے حاصل کیا تھا اور امام حسینؑ کے انتقام کے نام پر اپنی اموی مخالف تحریک کو آگے بڑھایا تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے یہ مشہور کررکھا

تھا کہ کامیابی کی صورت میں وہ اقتدار کو اصل حق دار یعنی آل محمدؐ کے سپرد کر دیں گے، مگر اموی حکومت کے زوال کے بعد عنانِ حکومت خود ہی سنبھال لی اور پچھلے نعرے بھول گئے۔ اسی وجہ سے عراق، خراسان اور فارس کے عوام کی نگاہوں میں جو آل محمدؐ اور ائمہ اہلبیتؑ کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے، ان کو قانونی حیثیت حاصل نہ تھی اور امویوں کی طرح شمار کئے جانے لگے۔

مامون کی غالباً یہ خواہش تھی کہ امام رضاؑ کی ولی عہدی کا جال پھیلا کر ''طاقت'' کو ''اقتدار'' میں تبدیل کرے اور ''حاکمیت'' کو عوام کی نظر میں ''جائز'' بنا دے۔ وہ امام رضاؑ کو اپنے سماجی اور سیاسی نظام کی توجیہ کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا۔ لیکن امامت نے اپنے نپے تلے اور ربانی عمل اور حکمت کے ذریعہ اس طاغوتی منصوبہ پر پانی پھیر دیا اور ولی عہدی کو توجیہ نظام کا وسیلہ بننے کے بجائے اسی نظام کو کچل ڈالنے کے اسلحے میں تبدیل کر دیا۔

دوسرا مقصد ـــــــ عوام کی نظروں میں حکومت کی 'ساکھ' کو بدلنا

مامون اپنے اس اقدام کے ذریعے عوام کی نظر میں خلافتی نظام کی ساکھ کو بدلنا چاہتا تھا۔ امویوں کے دور سے خصوصاً یزید کے زمانے سے حکومت میں ایک عجیب وحشی پن، درندگی (بربریت)، اور تمدن کُشی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ عباسیوں کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد سفاح، منصور اور ہارون کی خون آشامیاں اور درندگی اس کیفیت کے باقی رہنے کا باعث ہوئی۔ اس پر امین و مامون کی خانہ جنگی نے اس 'ساکھ' کو بدلنے میں کوئی مدد نہ کی۔

مامون چونکہ چالاکی کے لحاظ سے تمام سابق خلفاء سے مختلف تھا، اس لئے وہ حکومت کے بارے میں اس عام تاثر کو بدل دینا چاہتا تھا۔ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک طرف تو اس نے خود کو علم دوست ظاہر کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف خود کو حق وفضیلت کا طرف دار ثابت کرنا چاہا۔ چنانچہ اپنے پہلے مقصد کو پورا کرنے کی خاطر اس نے قدیم علمی مآخذ کی اشاعت، اور حکماء اور فلسفیوں کی کتابوں کے ترجموں، علمی مناظروں اور فلسفیانہ نشستوں کا سلسلہ شروع کیا اور دوسرے مقصد کی تکمیل کے لئے اہلبیتؑ کے فضائل کا اقرار خصوصاً امیر المومنینؑ کے مرتبہ کا اعتراف، سادات کا احترام اور امام رضاؑ کی ولی عہدی کا اعلان کیا تاکہ اسے حق پسند سمجھا جانے لگے۔ یہ دونوں اقدام مامون کی ایک ہی پالیسی کے دو پہلو ہیں جن کا مقصد حکومت کے لئے شرعی حیثیت عوامی اور مقبولیت پیدا کرنا اور حکومتی نظام کی ساکھ کو بدلنا تھا۔

تیسرا مقصد ـــــــ ابھرتی ہوئی شیعہ تحریک کو دبانا

اس دور میں شیعیت ایک عوامی انقلابی قوت کی صورت میں ابھر آئی تھی اور شیعہ، نظامِ حاکم کے خلاف حزبِ مخالف کی شکل میں ابھر رہے تھے۔ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں بالخصوص خراسان میں انقلاب کا آتش فشاں تیار تھا اور لاوا پھوٹنے ہی والا تھا۔ مامون امام رضاؑ کی ولی عہدی کے اعلان سے اس آتش فشاں کو سرد کرنا چاہتا تھا، لاوے کو پھوٹنے سے روکنا چاہتا تھا، انقلابیوں کے بھڑکتے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنا اور تحریک میں پھوٹ ڈالنا چاہتا تھا اور تحریک کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ مگر امام رضاؑ کی حکمت عملی نے تحریک کو اور زیادہ پھیلا دیا۔

شیعہ عربی مصنف ہاشم معروف اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لکھتا ہے کہ: ''جب مامون نے دیکھا کہ شیعہ اثرات پھیلتے چلے جارہے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ارکانِ دولت میں بھی شیعہ ائمہ اور شیعیت کی طرف جھکاؤ پایا جانے لگا ہے، تو اس نے اس کا سدِّباب کرنا چاہا۔ چنانچہ امام رضاؑ کی ولیعہدی کا اعلان شیعہ تحریک کو پھیلنے سے روکنے کی ایک چال تھی۔ ایک طرف وہ تحریک کی آگ کے سرد ہونے کا منتظر تھا، دوسری طرف انقلابیوں کے رہبر کو پایۂ تخت میں اپنے آدمیوں کی نگرانی میں رکھنا چاہتا تھا۔''(۸)

۱۳۲ھ سے یعنی جب سے عباسی برسرِ اقتدار آئے، مختلف شیعی انقلابات کا ایک تسلسل سا قائم ہوگیا، یہاں تک کہ بعض وزراء بھی شیعی رجحانات رکھتے تھے اور خلافت کو بنی فاطمہ کی

طرف منتقل کر دینا چاہتے تھے۔ (ابی سلمہ الخلال نے ابی عباس سفاح کے دور میں اور یعقوب بن داؤد نے المہدی کے دور میں ایسی ہی جدوجہد کی۔) امین اور مامون کے دور میں بھی بڑی بڑی شیعہ تحریکیں ہوئیں۔ محمد بن ابراہیم اور ابی السرایا کے انقلابات یا محمد دیباج بن امام جعفر صادقؑ کا قیام ایسا ہی ہے۔ دراصل شیعہ تحریکیں اور انقلابات مامون کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں اپنے عروج پر پہنچ چکے تھے۔ اس دور میں ہر دور سے زیادہ شیعوں کی جدوجہد وسیع اور انقلاب کی شکل اختیار کرگئی تھیں۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ مامون کے لشکر کا سپہ سالار طاہر بن حسن خود شیعی خیالات کا حامل تھا۔

امام رضاؑ کی ولی عہدی سے مامون یہ چاہتا تھا کہ اس بہانے سے شیعوں کو جنھوں نے ایک حزب مخالف کی شکل میں مقابلہ کا نقشہ بنا رکھا ہے ان کو مورچوں سے باہر کھینچ کر (اس) مقابلہ کا خاتمہ کردے۔ وہ چاہتا تھا کہ امامؑ کے انقلابی مقام و منزلت پر کاری ضرب لگائے اور شیعوں کی امکانی (Potential) انقلابی طاقت کو دبا دے۔ اس زمانے تک شیعہ ہمیشہ ایک مخالف قوت اور محاذی عنصر سمجھے جاتے تھے جو پہاڑوں اور درّوں میں مورچہ بندی کرتے تھے۔ مامون امام رضاؑ کو ولیعہدی قبول کرنے پر اس لئے مجبور کر رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شیعہ مقابلہ پر ایک ضرب لگائے جس نے حکومت سے پل بھر کا چین بھی چھین لیا تھا۔ مگر امام رضاؑ نے اپنی رہبری کی خداداد استعداد کی بنا پر اس کے منصوبہ کو ناکام بنا دیا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تحریک کو اور پھیلا دیا حتیٰ کہ مامون امامؑ کو شہید کردینے پر بزعم خود مجبور ہوگیا۔

چوتھا مقصد ــــ امام علیہ السلام کی شخصیت کو توڑنا

حکومت کا مقصد امامؑ کے انقلابی شخصیت پر ضرب لگانا تھا۔ امامؑ کی شخصیت کو کمزور کرنے کے لئے مامون نے دوسرے طریقے اور تدبیریں بھی آزمائیں مثلاً علم کلام کے چنندہ تجربہ کار ماہروں کے ساتھ امامؑ کے مناظرے کرانا تاکہ امامؑ کبھی شکست کھاجائیں اور ان کی علمی وقعت مجروح ہوجائے، لیکن ہر مناظرہ میں امامؑ کی شخصیت اور بھی زیادہ آب وتاب کے ساتھ سامنے آئی۔

پانچواں مقصد ــــ

داخلی دشمنوں کے خلاف اقتدار کی جنگ میں شیعہ طاقت کا استعمال

یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ امام رضاؑ کی ولیعہدی کے اعلان سے مامون ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا۔ ایک طرف شیعوں کے انقلابی رجحانات کو قابو میں رکھنا اور دوسری طرف اس عظیم قوت کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا۔ ابھی تک مامون کے اقتدار کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں اور عرب عمائدین مامون کے مقابلے میں امین کے طرفدار تھے اور مامون اقتدار کے مرکز کو عرب عمائدین کی طرف سے بدل کر اہل خراسان کی طرف کردینے کی کوشش میں تھا۔ اہلبیتؑ سے ظاہری دوستی محض اس خیال سے تھی کہ شاید اس طرح ایرانی عوام اس کے حامی ہوجائیں۔ امام رضاؑ کی ولی عہدی کے اعلان سے انقلابی شیعوں کی عظیم قوت کو وہ اپنے مفاد میں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اور اہل خراسان کی حمایت بھی حاصل کرنا چاہتا تھا جو زیادہ تر شیعی رجحانات رکھتے تھے اور جن کی مدد سے اپنے داخلی دشمنوں کو شکست دے سکتا تھا۔ عرب کے عوام چونکہ امین کے طرفدار تھے لہٰذا اس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ فارس اور خراسان کے عوام پر بھروسہ کرے۔

چھٹا مقصد ــــ خراسان کے عوام کی خوشنودی حاصل کرنا

امام رضاؑ کی ولیعہدی کے اعلان سے مامون کا ایک اور مقصد خراسان والوں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا، یہاں تک کہ امین کی شکست کے بعد بھی وہ اپنے اقتدار کی حفاظت کے سلسلے میں خراسان والوں ہی پر بھروسہ کرتا تھا۔ اس کی ماں جس کا نام مراجل تھا خود بھی خراسان ہی کی رہنے والی تھی۔ امین اور مامون

کی خونی خانہ جنگی درحقیقت عرب اور فارس وخراسان والوں کے پیچ کھینچا تانی تھی۔ مامون کا وزیر فضل بن سہل ایرانی تھا اور امین کا وزیر فضل بن ربیع عرب تھا۔ اقتدار بچانے کے لئے مجبوراً مامون زیادہ تر ایرانیوں اور خراسانیوں پر بھروسا کرتا تھا۔[۹] چوں کہ اکثر خراسانی شیعی رجحانات رکھتے تھے، اس وجہ سے ان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مامون مجبوراً خود کو اہلبیتؑ کا دوست ظاہر کرتا تھا۔

شہادت امام رضاؑ ــــ مامونکی اسٹریٹجی کی ناکامی کا مظہر

امام رضاؑ کی ولیعہدی کے سلسلہ میں مامون کا اقدام، عباسی نمک خوار مورخین کے نظریے کے برخلاف، مخلصانہ نہ تھا بلکہ یہ اقدام قطعی سیاسی اور ریاکارانہ تھا، مگر امامؑ نے خداداد حکمت عملی کے ذریعہ مامون کے نقشہ کو نقش برآب بنادیا۔

امامؑ نے مختلف طریقے اور اظہار کراہت کے ذریعہ مامون کو اس کے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا بلکہ ولیعہدی کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے سچے پیغام ،شیعیت کی تبلیغ ،حکومت اور موجودہ نظام کو پابند بنانے کا کام کیا۔ امامؑ کے اسی عظیم کارنامے نے مامون اور حکومت کو اس درجہ خوفزدہ کردیا کہ بالآخر گھبراہٹ کے عالم میں مامون نے انہیں زہر دلوا کر شہید کروادیا۔

امام رضاؑ کی شہادت اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی حکمت عملی کے مقابلے میں مامون کی چال مات کھا گئی۔ خلیفہ نے امامؑ کو زہر دے کر اپنی کمزوری اور بے چارگی کا اعتراف کیا ہے۔ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔

امام رضاؑ کی حکمت عملی

مامون اور اس کی خلافت کی اسٹریٹجی کے مقابلے میں امامؑ کی حکمت عملی کیا تھی؟ امام رضاؑ کی حکمت عملی بالکل نئی، بے حد حساس اور بہت زیادہ قابل غور ہے حکمت عملی پوری طرح تازہ اور نئی ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے شیعہ ائمہ مقابلہ کو بڑھانے کی غرض سے ہمیشہ دارالخلافہ سے دور رہتے تھے مگر امام رضاؑ نے مجبوراً ولیعہدی قبول کی اور دارالخلافہ میں رہ کر مقابلہ کو آگے بڑھایا۔

امام رضاؑ کی حکمت عملی بے حد حساس ہے، اس لئے کہ انقلابی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے دارالخلافہ سے دور رہنا، ولی عہدی قبول کرلینے سے زیادہ آسان تھا، لیکن امام رضاؑ نے تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے ولی عہدی کو ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر استعمال کیا۔

یہ حکمت عملی بے حد قابل توجہ ہے کیوں کہ حق وباطل کی کشمکش میں طرح طرح کی تدبیریں اور مختلف طریقہ کا استعمال ہوا کرتے ہیں۔ کبھی 'قعود' یعنی بیٹھنے (صلح) حسنؑ اور کبھی قیام یعنی اٹھنے (جہاد حسینی) نبرد آزمائی کی گئی، کبھی (خطابت) حضرت زینبؑ سے کام لیا گیا، کبھی دعا (سید سجادؑ) اور کبھی نشر علوم اور نظریاتی کام (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) کبھی قید وبند (امام موسیٰ کاظمؑ) اور کبھی مسند ولی عہدی (امام علی رضاؑ) کے ذریعہ تحریک کے سچے رہبروں نے مقابلہ کیا۔

امام رضاؑ کی حکمت عملی اس وجہ سے بھی بے حد قابل غور ہے کہ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک خدائی رہبر کس طرح بدترین حالات میں اپنی خواہش کے خلاف جبریہ ولی عہدی قبول کرکے بوجوہِ احسن اس ولی عہدی سے تحریک کے لئے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

امام رضاؑ نے اس قسم کی حکمت عملی کا انتخاب کیوں کیا؟ اسے سمجھنے کے لئے ہمیں اس زمانے کے اسلامی معاشرے کا جائزہ لینا چاہئے۔ پیغمبر اسلامؐ کے بعد ''معیار''، ''مقدار'' پر قربان ہوچکا تھا۔ اسلام تیزی کے ساتھ ایشیا، افریقہ اور یوروپ میں پھیل چکا تھا۔ لاکھوں لاکھ افراد مسلمان ہوگئے تھے مگر ان میں زیادتی ایسے افراد کی تھی جو نام کے لئے تو مسلمان ضرور ہوگئے تھے مگر عملاً وہ دور جاہلیت کے عقائد اور تہذیب کے پابند تھے۔ اگر کسی حد تک اسلام سے آشنا بھی تھے تو یہ وہ اسلام تھا جو انہیں دربار خلافت سے ملا تھا۔ حجاز، کوفہ، بصرہ اور یمن کے عوام

یعنی دنیائے اسلام کے مرکز کے لوگ کسی حد تک اسلام سے واقفیت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے شیعی تحریکوں کی ابتدا ان ہی علاقوں سے ہوئی تھی۔ مگر ترکستان، ماوراء النہر، روم، افریقہ، یورپ (اندلس) اور سندھ وغیرہ کے عوام اسلام کی صحیح تعلیمات، ائمہ کی منزلت اور شیعی تحریک سے تقریباً بے بہرہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر خلفائے عباسیہ نے شیعہ تحریک کو تاتاریوں، ترکوں اور رومیوں کی مدد سے کچلا ہے۔

نسبتاً منصف اور ذمہ دار دانشور جو قلب دنیائے اسلام کے مرکزی خطہ (حجاز، بغداد، دمشق) کے رہنے والے تھے حکومت کے مخالف تھے، اور ائمہ اہلبیتؑ کی طرف رجحان رکھتے تھے (یہاں تک کہ ائمہ اہلسنت یعنی ابوحنیفہ، شافعی اور مالک نے بھی حکومت کے کارندوں کے ہاتھوں دُرّے کھائے اور قید کی سختیاں جھیلیں)۔ حکومت کے پالے ہوئے 'سرکاری' علماء کا کام موجودہ نظام حکومت کی توجیہ پیش کرنا تھا۔ جو اسلام ترکستان اور تفقاز کے لوگوں تک پہنچا تھا وہ فیلقوس رانیوں کے ذریعہ پہنچا تھا۔

واقف کار علماء اور عوام تو ائمہ کو روحانی اور حقیقی پیشوا کی حیثیت سے سمجھتے تھے جب کہ حکومت کو غیر شرعی سمجھتے تھے لیکن ناواقف اور دور دراز علاقوں میں بسنے والے افراد حکومت کی قدغن اور غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے ائمہ کی معرفت نہیں رکھتے تھے۔ صرف حجاز، مدینہ اور کچھ عراق وایران کے محدود علاقوں میں پیغمبرؐ اور اہلبیتؑ کی یاد دلوں میں باقی رہ گئی تھی۔ علماء کے درمیان امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ کا ذکر نمایاں طور پر ہوتا تھا۔ بقیہ عوام یعنی بلخ سے لے کر اندلس تک کے رہنے والے حکومت کی افواہوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اس حقیقت سے لاعلم تھے کہ رسولؐ کے گھرانے پر کیا گذر رہی ہے۔ خصوصاً امام موسیٰ کاظمؑ کے زمانے میں جو خلیفہ کی قید میں تھے، رسولؐ کے گھرانے اور تشیع کے اور عوام کے درمیان رابطہ بہت دشوار ہو گیا تھا۔

ان ہی حالات میں امام رضاؑ نے امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور مامون نے ان پر ولیعہدی لاد دی۔ اور انھیں اسے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ ایسی حالت میں اگر حکومت کے جبر و تشدد کے باوجود امامؑ یہ تہیہ کر لیتے کہ وہ اس پیش کش کو ٹھکرا دیں گے تو زیادہ سے زیادہ وہ شہید ہو جاتے جو علیؑ اور حسینؑ کے وارثوں کے لئے افتخار کی بات تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا، تاہم بادل ناخواستہ اس پیش کش کو منظور کر لیا تا کہ اسی ذریعہ سے اماموں کے نام اور شیعیت کا پیغام عالم اسلام کے گوشے گوشے میں پہنچا دیں۔ امامؑ چاہتے تھے کہ حکومت کی ضرورت کو 'برج فریاد' کے طور پر تشیع کی نقابت کا ذریعہ بنالیں اور اسی مقام سے شیعیت کی آواز دنیا کے کانوں تک پہنچا دیں۔

امام حسینؑ نے اپنے خون، حضرت زینبؑ نے اپنی خطابت اور سید سجادؑ نے اپنی دعاؤں سے شیعی تحریک کو اس حد تک محکم بنا دیا تھا کہ اب اس کے وجود کے لئے کوئی خطرہ نہ تھا اور امام محمد باقرؑ اور امام جعفرؑ صادق نے شیعہ علوم کو مسلک کی شکل میں مدوّن کر دیا تھا۔ اس وجہ سے ولی عہدی کی پیش کش کو قبول کر لینے سے شیعہ مسلک کی غلط تفسیر کا کوئی احتمال باقی نہ رہا۔ چنانچہ امام رضاؑ نے اپنے اس عمل کے ذریعہ اس تحریک کو پھیلانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

امام رضاؑ کی ولی عہدی کی بناء پر پہلی بار عالم اسلام کے تمام مساجد میں ایک خدائی رہبر اور امام اہلبیتؑ کا پیغام خطبہ میں شامل ہوا اور پہلی مرتبہ دنیائے اسلام کے سرحدی علاقوں میں رہنے والوں کو اس حقیقت کا علم ہوا کہ پیغمبرؐ کے خاندان کی ممتاز ہستیاں ابھی موجود ہیں اور اس درجہ فضیلت کی مالک ہیں کہ خلیفہ تک انہیں عالم اسلام کی رہبری کے لئے لائق ترین فرمان لینے پر مجبور ہے۔ امام رضاؑ نے شیعیت کو رسمی حکومت کے مقابلے میں ایک عظیم سیاسی قوت کی شکل بخشی۔ امام رضاؑ کے لئے ولی عہدی اپنے پیغام کی نشر و اشاعت کا اور دنیا کے کانوں تک حق کی آواز پہنچانے کا ایک ذریعہ تھی۔

مامون نے خود کو امامؑ کا طرفدار ظاہر کرنے کے لئے احکامات جاری کر دیئے کہ تمام مملکت اسلامی کی مساجد میں جمعہ

کے خطبہ میں امامؑ کا نام شامل کیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ اس نے حکومت کا قومی رنگ سیاہ کے بجائے سبز قرار دے دیا، کیوں کہ سیاہ رنگ بنی عباس کا قومی نشان تھا اور سبز رنگ بنی فاطمہ کا۔ جہشیاری لکھتا ہے:

''وَكَانَ الْمَأْمُوْنُ قَدْ جَدَّ فِي تَجْدِيْدِ الْعَهْدِ لِعَلِي الرِّضَاعلیہ السلام وَيَقُوْمُ اِلَى الْفَضْلِ بِاَخْذِ الْبَيْعَةِ عَلَى النَّاسِ وَالْكِتَابَةِ اِلَى الْاَقْلِيْمِ فِي اَبْطَالِ السَّوَادِ وَكَتَبَ الْفَضْلُ اِلَى اَخِيْهِ الْحَسَنِ تَعْلِيْمِهٖ بِذٰلِكَ وَيَأْمُرُهٗ بِتَرْكِ السَّوَادِ وَاَنْ يَلْبَسَ الْخَضْرَةَ وَيَجْعَلَ الْاَعْلَامَ وَالْقَلَانِسَ الْخَضْرَاءَ وَيُطَالِبُ النَّاسَ بِذٰلِكَ وَكَاتَبَ فِيْهِ جَمِيْعَ عُمَّالِهٖ۔''

اس طرح امامؑ کے نام اور شیعی تحریک کے پیغام کی توسیع ہوئی۔ جس ہتھیار کو مامون نے امامؑ کے خلاف اور شیعی تحریک کو بیکار کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہا تھا، امامؑ نے اسی ہتھیار کو خلافت اور حکومت کے خلاف استعمال کیا اور مجبوری کے باعث جو حالات پیدا ہو گئے تھے ان ہی حالات سے امامؑ نے شیعی تحریک کے مفاد میں استعمال کیا۔

امام رضاؑ کی حکمت عملی یہ تھی کہ ایک طرف تو ولی عہدی قبول کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ خلافت کو وہ اپنا حق سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف بار بار مختلف طریقوں سے اس بات کو ظاہر کیا کہ مامون اور اس کی حکومت کے مخالف ہیں اور وہ ولی عہدی کو مجبوراً قبول کر رہے ہیں۔ امام رضاؑ اسی قسم کے حالات سے گذر رہے تھے جن سے تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد حضرت علیؑ گذرے تھے۔ حضرت علیؑ نے بھی خلافت قبول کر لی تھی تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر علیؑ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے تو انہوں نے خلافت قبول کیوں نہ کی؟ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ مجبوراً خلافت قبول کر رہے ہیں۔

امام رضاؑ جانتے تھے کہ ان کا ولی عہد بننا مامون کی توقعات کے خلاف ثابت ہوگا اور ان کی ولی عہدی سے شیعی تحریک ختم نہیں ہوگی کیوں کہ شیعہ وہ مومن ہیں جو امامؑ کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ امامؑ کبھی حکومت کے آلہ کار نہیں بنیں گے اور ولی عہدی کو قبول کرنے کا مقصد، نظام خلافت کو باطل قرار دینا ہے۔ امام رضاؑ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ وہ مامون کو یہاں تک ہراساں کر دیں گے کہ وہ انہیں شہید کرا دے۔ اس طرح ولی عہدی کا قبول کرنا حکومت اور شیعوں کے درمیان مخالفت بڑھانے کا سبب ہو جائے گا، نہ کہ کم کرنے کا۔

امام رضاؑ نے اپنی حکمت عملی سے مامون کی حکمت عملی کو شکست دے دی اور ولی عہدی کو ایک ایسا 'منبر' بنایا جہاں سے وہ شیعی احتجاج کو عالم اسلام کے گوشے گوشے تک پہنچا سکیں۔

ہم امام رضاؑ کی غیر معمولی حکمت عملی کی کامیابی کو اس ردّ عمل سے سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے بعد مملکت اسلامی کے طول وعرض میں مختلف شیعہ انقلابی تحریکیں ابھرنے لگیں اور حکومت اس قدر ہراساں ہو گئی کہ بعد کے ائمہ کو ہمیشہ یا تو قید میں رکھا گیا یا کڑی نگرانی میں رکھا اور متوکل جیسے لوگوں نے دجلہ وفرات کو بے شمار شیعوں کے خون سے رنگین کر دیا۔

جس طرح امام حسنؑ کی حکمت عملی نے حکومت کے کریہہ چہرہ سے منافقت کی نقاب نوچ پھینکی اور 'معاویہ' 'یزید' میں تبدیل ہو گیا۔ اسی طرح امام رضاؑ نے بھی منافق حکومت کے چہرے سے اسلام دوستی کا نقاب نوچ پھینکا تھا اور مامون کو متوکل کے روپ میں اپنا اصلی چہرہ دکھانے پر مجبور کر دیا تھا کیوں کہ حق اور حق پرستوں کے لئے ''معاویہ'' اور ''مامون'' کا مرحلہ ہمیشہ ''یزید'' اور ''متوکل'' کے مرحلہ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

(۱) طبع، ج ۷ ص ۱۳۵ (۲) ملاحظہ ہو: ابن اثیر، الکامل، ج/۱، ص/۱۱۱، یعقوبی، ج/ ۳، ص/۱۷۶ (۳) مقاتل الطالبین (۴) الفخری، ص ۱۹۸ (۵) مثال کے لئے دیکھیں: رضا المظفر : تاریخ الشیعہ معروف بہ عقیدۃ الشیعہ الامامیہ، ص ۱۶۱ علامہ طباطبائی: شیعہ در اسلام وعلامہ سید علی نقی: زندگانی اماماں (رہنمایان اسلام) حصہ ۸ (پاکستان ایڈیشن) (۶) الفخری، ص ۱۹۸ (۷) تاریخ الخلفاء، ص ۳۰۶ (۸) سید ہاشم معروف، عقیدۃ الشیعہ الامامیہ، ص ۱۶۱ (۹) طبری، ج ۷ ص ۱۵۹ / ابن اثیر الکامل، ج ۶ ص ۱۰۱

